عصری معاشی مسائل اور فکر اقبال: ایک مطالعہ

Contemporary Economic Issues and Thought of Iqbal: A Study in Islamic Perspective

ڈاکٹر سعدیہ گلزار :اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور

Abustract:

In the present era, Muslim-Ummah is facing many economic issues like the impacts and pervasiveness of Capitalism, economic retrogression, usury, issues of labor, lack of moral values in economy and etcetera. At present, in the world, there are two main systems; Capitalism and Communism. Dr. Allama Iqbal was convinced that the economic system of Islam must be implemented because both these systems are away from moderation. It was his view that if we detach religious principles from economics, it would be destroyed. That is why he always considered moral values an indispensable part of economy. He laid stress on finding the solution of economic issues in the light of Islamic teachings. He believed that implementation of Islamic principles is indispensable for economic prosperity. He used to say that the economic prosperity in the era of Four Caliphs was made possible by acting upon the Islamic doctrines. The purpose of this research paper is to highlight the economic thoughts of Allama Muhammad Iqbal which are interpretations of Quran and Sunnah. An attempt is made to suggest a solution of the economic issues of the present era in the light of the economic thoughts of Allama Muhammad Iqbal. This research paper followed descriptive and analytical approach.

Key Words: Economic Issues, Capitalism, Islam, Moral Values, Economic Prosperity

عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کو متعدد معاشی مسائل درپیش ہیں۔ مغرب نے اُمت مسلمہ کو دہشت گردی، سودی نظام اور قرضوں کے جال میں پھنسا دیا ہے۔ مسلم دنیا کے جو خطے معدنی دولت سے مالامال ہیں اُن کے حکمران عیش کوشی کا شکار ہو چکے ہیں۔ جب کہ عوام پر بھاری ٹیکسوں کا بوجھ ہے۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ معیشت اخلاقی اصولوں سے عاری ہے۔ علامہ اقبال برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی زبوں حالی کے بارے میں فکر مند تھے۔ وہ اقتصادی مسائل کو قرآن مجید کی روشنی میں حل کرنے پر زور دیتے ہیں۔ معاشی خوشحالی کے لیے اسلامی اصولوں پر عملدرآمد کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کے معاشی مسائل

کے حل کے لیے علامہ اقبال کے معاشی افکار سے رہنمائی لی جاسکتی ہے جو دراصل قرآن و حدیث کی تشریحات ہیں۔

ذیل میں عصری معاشی مسائل اورعلامہ اقبال کے معاشی افکار پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے۔

1۔ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت

عصر حاضر میں دنیا میں دو بڑے معاشی نظامات سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت رائج ہیں۔ دونوں معاشی نظامات مذہب سے دور ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام نے ابتداء میں ہی کلیسا سے گٹھ جوڑ کرلیاجب کہ اشتراکیت کے حامی مذہب کے خلاف تھے ۔ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت اخلاقی اصولوں سے عاری نظامات ہیں۔ دونوں معاشی نظامات معاشی خرابی سود کو شامل کیے ہوئے ہیں۔ سودی نظام کی وجہ سے دنیا کے معاشی وسائل سمٹ کر مغرب کے چند ممالک کے قبضے میں آچکے ہیں۔ عالمی مالیاتی فنڈ اور ورلڈ بینک پر بھی درحقیقت امریکہ کی اجارہ داری ہے جو کہ سرمایہ دارنہ نظام کا علمبردار ہے۔ علامہ اقبال نے سود کو جوا سے تشبیہ دی ہے۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات [1]

سود سے عالمی طاقتوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے جب کہ اُمت مسلمہ معاشی اور معاشرتی تنزلی کا شکار ہو چکی ہے۔

بعض محققین کی آرا ہے کہ علامہ سرمایہ دارانہ نظام کے برعکس اشتراکیت کے حامی تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ

"بالشویک خیالات رکھنا میرے نزدیک دائرہ اسلام کے خارج ہو جانے کے مترادف ہے۔ اس واسطے اس کی تردید میرا فرض ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن مجید نے تجویز کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سرمایہ داری کی قوت جب حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے تو دنیا کے لیے ایک قسم کی لعنت ہے۔ لیکن دنیا کو اس مضر اثرات سے نجات دلانے کا طریقہ یہ نہیں کہ معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کر دیا جائے جیسا کہ بالشویک تجویز کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس قوت کو

مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے قانون میراث اور زکوۃ وغیرہ کا نظام تجویز کیاہے اور فطرت انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہی طریقہ قابل عمل بھی ہے۔"[2]

پروفیسر پریشان خٹک لکھتے ہیں کہ نوآبادیاتی نظام میں سرمائے کی غیر متوازن اور ناہموار تقسیم کی وجہ سے مزدور اور محکوم کی حالت روز بروز بگڑتی جارہی تھی۔ جابرانہ سرمایہ دارانہ نظام کے رد عمل میں کمیونزم آیا۔ تاہم علامہ نے کبھی کمیونزم کی حمایت نہ کی۔ اگرچہ وہ مزدور کی حاکمیت کو پسند کرتے ہیں مگر اس طرح نہیں کہ مزدور پیٹ کی خاطر اس انقلاب میں شریک ہو ں۔[3] ڈاکٹر سید اختر جعفری لکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب محسوسات اور مادیت سے آگے نہ بڑھ سکی تھی اور زوال پذیر ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مادی اسباب کی تقسیم نے حرص و ہوس کو تیز سے تیز کر کے ہلاکت کے سامان پیدا کر دیے۔ علامہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی محض چند مادی ضروریات کی تکمیل تک محدود نہیں کیونکہ جب مادی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو زندگی گزارنے کے لیے کچھ اور اقدار کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اقدار اسلام ہمیں دیتا ہے۔ اب اگر اشتراکیت بھی اس ڈگر پر چل پڑی تو اس کی اصلاحات بھی فتنہ و فساد اور شر میں تبدیل ہو جائیں گی۔[4] علامہ کسی صورت میں بھی اشتراکی نظام کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے موزوں نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک تمام بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے صرف اسلامی نظام معیشت ہے ۔[5]

خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں کہ اشتراکیت میں بہت سے ایسے عناصر موجود ہیں جو اقبال کی سوچ کے مطابق ہیں مثلاً جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی زور شور سے مخالفت، کسانوں اور مزدوروں کی بھر پور حمایت کا منشور اور طبقاتی کشمکش کو مٹانے کا مقصد حیات[6] ۔ علامہ اور اشتراکیت میں اختلاف کی اہم وجہ اشتراکیت کا لادینی نظام ہے جو کہ انسانی فلاح و بہبود کے لیے تو کام کرتا ہے مگر حیات بعد الممات کا قائل نہیں ہے۔ اشتراکیت پسند ترقی کے لیے مذہب سے پرہیز کے قائل ہیں۔ اس کے برعکس علامہ کا خیال یہ ہے کہ اگر خدا اور مذہب کی قوت درمیان سے اُٹھ جائے تو انسان زیادہ مفسد اور بد دیانت ہو جاتا ہے۔[7]

علامہ اقبال کے نزدیک سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت راہ اعتدال سے ہٹ کر افراط و تفریط کا شکار ہیں جب کہ وہ اسلام کے معاشی نظام کے عملی نفاذ کے قائل ہیں۔

2۔ **ملکیت زمین اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم:** لامحدود ملکیت زمین کی وجہ سے دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو جاتی ہے۔ جاگیر دار طبقہ مزارعین کی محنت سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے۔ ان کی محنت کے بل بوتے پر زمینداروں کی آمدن میں اضافہ ہو تا چلا جاتا ہے جب کہ غریب مزارع دو وقت کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھا سکتا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کے خلاف تھے۔ان کا مؤقف یہ ہے کہ آبادی میں اضافہ کے ساتھ غیر مزروعہ زمینوں کو بھی زیر کاشت لایا جاتا ہے۔ نتیجتاً جو زمینیں افزائش آبادی سے پہلے زیر کاشت لائی جاتی تھیں ان کے لگان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔زمیندار روز بروز دولتمند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دولت میں مزید اضافہ ان کی ذاتی کوششوں کا ثمر نہیں ہو تا۔ کوئی وجہ نہیں کہ آبادی کی زیادتی سے قوم کے خاص افراد کو فائدہ پہنچے اور باقی قوم اس سے محروم رہے۔ زمینداروں کی اس امیری کو وہ صریحاً اصول انصاف کے خلاف قرار دیتے ہیں۔[8]

علامہ اقبال کے نزدیک زمین قدرت کا ایک مشترکہ عطیہ ہے جس پر قوم کے ہر فرد کو مساوی حق ملکیت حاصل ہے۔ان کی شاعری میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد ساز گار؟
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نور آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب؟
موسموں کو کس نے سکھلائی یہ خوئے انقلاب؟
دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں میری نہیں
تیرے آبا کی نہیں' تیری نہیں میری نہیں[9]

قرآن کریم میں زمین کی حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کی بتلائی گئی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی طے شدہ حدود کو ملحوظ رکھ کر ملکیت زمین سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اسلام نے مزارعین کے استحصال سے سختی سے منع کیا ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زمین کی آبادکاری کے لیے مسلمان بھائی کو بلامعاوضہ زمین دینے کی ترغیب دی:

ان یمنح احدکم اخاہ خیر لہ من ان یاخذ شیئًامعلوما[10]

اگر کوئی تم میں سے مسلمان بھائی کو مفت زمین دے دے تو یہ کرایہ لینے سے بہتر ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی کے نزدیک اگر قوم کا اعتماد حاصل کیا جائے اور ذہنی تربیت کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنی زائد از ضرورت زمینیں بھی خوش دلی کے ساتھ پیش کر دیں۔ علاوہ ازیں مالکان زمین کو رضامند کر کے بعض قطعاتِ زمین معاوضے کے ساتھ بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ [11]

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کاشتکار ذاتی ملکیت زمین کی بناء پر زمین کو محنت اور لگن سے کاشت کر سکیں گے۔ اس سے زرعی پیداوار میں اضافہ ممکن ہے۔ نیز کاشتکار طبقہ خوشحال ہوگا اور سکون واطمینان کے ساتھ باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکے گا۔

3۔سامان معیشت اور افراط آبادی

عصر حاضر کا ایک اہم مسئلہ افراط آبادی ہے۔ اقتصادی ماہرین کے نزدیک آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور یہ اضافہ ملکی معیشت پر بوجھ بنتا جا رہا ہے۔ اگر آبادی کو کنٹرول نہ کیا گیا تو معاشی وسائل میں کمی کا سنگین مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے دُنیا میں خاندانی منصوبہ بندی کا چرچا ہے۔علامہ اقبال سامان معیشت میں کمی کی اہم وجہ افراط آبادی بتلاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تحدید نسل اور خاندانی منصوبہ بندی کے حامی نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک مفلسی تمام جرائم کا منبع ہے۔ اگر اس کو ختم کر دیا جائے تو دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔ چوری، قتل، قمار بازی اور دیگر جرائم بھی غربت کی وجہ سے معاشرے میں جنم لیتے ہیں۔اس سے نجات پانے کی ایک صورت ہے کہ نوع انسانی کی آبادی کم ہو تاکہ موجودہ سامان معیشت کفایت کر سکے۔ [12]

حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں تحدید نسل کا جواز صرف عورت کی صحت کے پیش نظر ملتا ہے۔ جہاں تک افراط آبادی کی وجہ سے سامان معیشت میں کمی کا سوال ہے اور دنیا میں آنے والے بچے کا رزق کا تعلق ہے تو دنیا میں آنے والا ہر بچہ اپنے ساتھ رزق لے کر آتا ہے کیونکہ اس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ سلّم کا ارشاد ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ وہ پانچ چیزیں لکھ دے:

ورزقہ و اجلہ وعملہ و شقیّ او سعید[13]

اُس کا رزق،اس کی موت،اس کا عمل اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہو نا۔

اسلامی تعلیمات کی رُو سے خالق کائنات اور رزاق کائنات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نیز انسان کو معاش کے لیے محنت کی ترغیب دی گئی تاکہ انسان محنت کرکے اپنی معاشی ضروریات بطریق احسن پوری کرے۔ اسلام نے معاشی حوالے سے خاندانی منصوبہ بندی کا تصور نہیں دیا۔بلکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کو پسند فرمایا جیسا کہ اس ضمن میں ارشاد نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم ہے:

تزوّجوا الولود الودود فانی،مکا ثر بکم الامم[14]

تم بہت زیادہ بچے جننے والی اور بہت زیادہ محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرو۔بے شک میں تمھاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا۔

مندرجہ بالا نقلی دلائل سے خاندانی منصوبہ بندی کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔اگر معاشی لحاظ سے دیکھا جائے تو آبادی میں اضافہ کی وجہ سے اشیاء کی طلب میں اضافہ سے پیداواری سرگرمیاں نمو پاتی ہیں۔اشیاء صرف اور اشیاء سرمایہ کی پیداوار میں اضافہ ہونے کی وجہ سے روزگار کے مواقع میں بھی اضافہ ہوتا ہے جس سے معاشی نمو کا عمل جاری رہتا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے قدرتی وسائل سے استفادہ ممکن ہے۔مثال کے طور پر سڑکوں،ریلوں،پانی کی فراہمی و نکاسی کے لیے افرادی قوت کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے جس سے معاشی فلاح میں بہتری آسکتی ہے۔ نیز جہاں تک آبادی کی کمی بیشی میں توازن پیدا کرنے کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ قدرتی آفات مثلاً زلزلہ،سیلاب اور قحط کے ذریعے آبادی کو توازن میں لاتے ہیں۔

ان کے اس نقطہ نظر کے حوالے سے مشفق خواجہ کا مؤقف ہے کہ

''اقبال نے اس اقتباس میں "کم بچے پیدا کرنے'' کی جو تلقین کی ہے اس کا اظہار بعد کی تحریروں میں کبھی نہیں کیا۔ ممکن ہے بعد میں وہ اس خیال کی تائید میں نہ رہے ہوں یا "خوف فساد خلق'' سے اس کا اعادہ ضروری نہ سمجھا ہو۔''
15

علامہ نے اواخر میں اپنے مؤقف خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے تردید نہیں کی۔ لیکن اُن کے افکار کی اگر قرآن و سنت سے موافقت دیکھی جائے تو بلاشبہ اس میں سامان معیشت میں کمی کے باعث خاندانی منصوبہ بندی کا مؤقف درست نہیں سمجھا جاسکتا۔

4۔معیشت اور اخلاق کا باہمی ربط و تعلق

علامہ معیشت میں اخلاقی اصولوں کی کارفرمائی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ محمد حامد لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال مغرب کے معاشی نظریات سے قطعًا متاثر نہ تھے۔ان کے خیال میں معیشت سے اخلاقی اصولوں کو الگ کرنے سے معیشت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ وہ اخلاق کو معیشت سے مقدم سمجھتے تھے اور دولت یا سرمایہ کو مقصد حیات کی بجائے ذریعہ حیات سمجھتے تھے۔[16]

علامہ سرمایہ دارانہ نظام کو اخلاقی اصولوں مثلًا احسان ، مروت اور فیاضی سے عاری قرار دیتے ہیں۔اس لیے وہ اس نظام پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات [17]

صدقہ و خیرات کے بارے میں علامہ کا موقف ہے کہ :

"اگر کسی شے کے بارآور استعمال سے یہی مراد ہے کہ اس سے مسلسل طور پر مزید دولت پیدا ہوتی جائے تو جو روپیہ ہم لنگڑوں ، اپاہجوں اور معذوروں کو بطور خیرات کے دیتے ہیں وہ بھی غیر بارآور طور پر صرف ہوتا ہے کیونکہ اس سے کوئی مزید دولت پیدا نہیں ہوتی۔۔۔۔۔اگر اس علم کے اصول کی رُو سے خیرات کا روپیہ غیر بارآور طور پر صرف ہوتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ خیرات دینی ہی نہیں چاہیے۔۔۔۔۔ فرائض انسان کا تعین علم الاقتصاد کا کام نہیں ہے بلکہ ان کا فیصلہ علم اخلاق کے اصول پر ہوتا ہے۔" [18]

اسلام میں زکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ صدقات و خیرات دینے کی تلقین کی گئ ہے ۔متقین کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ نماز قائم کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ کو نہیں روکتے۔[19] قیامت والے دن انسان سے سوال کیا جائے گا آیا انسان کو جو رزق دیا گیا تھا اُس نے اس کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ضروریات پر خرچ کیا یا ان سے غفلت برتی۔[20] یہ ترغیبات اس لیے دی گئی ہیں تاکہ انسان ضرورت مندوں کے لیے مال کو نہ

روک کر رکھے اور ان کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتا رہے۔ نیز مال خرچ کرنے سے مال میں کمی ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ مال کو کئی گنا بڑھا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی یہ صدقہ دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رُو سے ایک شخص کے حسن اخلاق میں یہ بھی شامل ہے کہ ضرورت مندوں کی مدد کرے اور بھوکے کو کھانا کھلائے۔ [21] مومنین کی صفت بیان کی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں یتیموں، غریبوں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔[22] اسلام نے قرابت داروں کے حقوق پر زور دیا ہے۔[23]

زکوٰۃ اور صدقات دینے سے معاشرے کے نادار اور ضرورت مند طبقے کی ضروریات بطریق احسن پوری ہوتی رہتی ہیں۔ امراء کو غرباء کی حاجتوں کا احساس رہتا ہے۔ معاشرے میں محبت و خیر سگالی اور بھائی چارہ جیسی اخلاقی اقدار پروان چڑھتی ہیں۔ جس سے حسن معاشرت کا قیام ممکن ہے۔

علامہ خرچ کرنے میں بھی حلال وحرام کا خیال رکھنے اور مفید اشیاء پر خرچ کرنے کو معاشی ترقی کے لیے سود مند قرار دیتے ہیں۔اس ضمن میں وہ یوں لکھتے ہیں:

"انگلستان میں اس وقت دو ارب ساٹھ کروڑ روپیہ سالانہ صرف شراب پر خرچ ہوتا ہے۔ اگر یہی روپیہ کسی اور مفید صورت میں صرف ہو تا تو ملک کی اقتصادی حالت پر نہایت اچھا اثر پڑتا۔" [24]

علامہ اقبال معاشی سرگرمیوں میں رزق حلال کمانے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

اے طائر لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی[25]

فحاشی و بے حیائی، شراب نوشی اور غربت کو سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار قرار دیتے ہیں۔ عصر حاضر میں مغرب میں پھیلنے والی بے حیائی مشرق کا رُخ کر چکی ہے۔ مشرقی معاشرتی روایات پردہ، شرم وحیاء بتدریج معاشرے سے ختم ہوتی جارہی ہیں اور اس کی جگہ فحاشی، بے حیائی اور عریانی لے چکی ہے۔ان سے چھٹکارا اسی صورت میں ممکن ہے جب سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کر کے اسلامی معاشرتی ومعاشی نظام کا نفاذ کیا جائے گا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی خرافات کو علامہ شاعری میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیّت کے فتوحات

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ ؟
دنیا ہے تری منتظر روز مکافات [26]

5۔ مزدوروں کے حقوق

مزدور طبقہ کسی بھی ملک کی معاشی اور معاشرتی ترقی میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔جب سرمایہ دارانہ نظام آیا تو سرمایہ کاروں نے اپنے منافعوں کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لیے مزدوروں کی اُجرتیں کم رکھیں جن سے ان کی بنیادی ضروریات زندگی بھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔علامہ اقبال اس پر مزدوروں کی زبوں حالی پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

؎اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر
شاخ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات
دست دولت آفریں کو مُزد یوں ملتی رہی
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات [27]

اقبال مارکس کے زائد قدر کی تائید میں لکھتے ہیں کہ پیداوار محنت کی زیادتی جو دستکاروں کی ذاتی ترقی سے پیدا ہوتی ہے۔ خود دست کاروں کا حق ہے۔ زمینداروں ، ساہوکاروں اور کارخانہ داروں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔[28]

علامہ مزدوروں کے حقوق کا تحفظ اور ان کی معقول اُجرت کی بروقت ادائیگی کے حامی ہیں ۔ اس بارے میں ان کا موقف ہے۔

؎جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اُس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلادو [29]

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مزدور کو اُجرت کی بروقت ادائیگی کی جائے۔

اعطو الاجیر اجرہ ، قبل ان یجف عرقہ [30]

مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔

علامہ اقبال محنت کے لیے تعلیم مفید ترین نسخہ قرار دیتے ہیں۔ تعلیم سے محنت کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے اور ذہانت ترقی کرتی ہے۔ ان کے اخلاق سنورتے ہیں۔ نیز شراب خوری اور غلط کاری سے محفوظ رہتے ہیں۔[31]

علامہ کے نزدیک دستکار کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ دیانت دار ہو، کام چور نہ ہو، اور اپنی طبیعت کے غیر نافع جذبات پر قدرت رکھتا ہو۔ دیانت دار اور عاقبت اندیش محنت سے قومی دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب کہ سست اور آرام طلب دستکار کی وجہ سے قوم کی دولت دن بدن کم ہوتی جاتی ہے۔[32] مزید لکھتے ہیں کہ:

"حیوانی جذبات کی پیروی کرکے اپنے جسمانی اور روحانی قویٰ کو نقصان پہنچاتا ہے۔
وہ نہ صرف اپنی ذات پر بلکہ اپنے ملک اور قوم پر بھی ظلم کرتا ہے۔"[33]

آجر اور اجیر کے باہمی تعلقات کو بھی اہمیت دیتے ہوئے علامہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"دستکاروں کی حالت کو سنوارانے کا سب سے احسن طریق یہ ہے کہ دستکاروں اور کارخانہ داروں کے درمیان ہمدردی پیدا کی جائے اور یہ بات ان کے ذہن نشین کی جائے کہ قوم کی بہبودی تمام افراد کی بہبودی سے وابستہ ہے۔ اور ایک رشتے کے ضعیف اور کمزور ہو جانے سے تمام قوم کا شیرازہ بکھر جانے کا اندیشہ ہے۔"[34]

علامہ کے کارخانہ داروں اور مزدوروں کے بارے میں افکار اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ اس نے آجر اور اجیر کے تعلقات میں توازن قائم کیا تاکہ پیداواری سرگرمیاں متاثر نہ ہوں۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

كلكم راع و مسؤول عن رعيته،فالا مير الذ ى،على الناس فهو ر اع عليهم و هو مسؤول عنهم۔۔۔والعبد،راع على مال سيده و هو مسوول عنه[35]

تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس بناء پر اس کی رعیت کے بارے میں اس سے بازپرس ہوگی۔ چنانچہ جو شخص لوگوں کا امیر ہے وہ ان کا نگران اور ذمہ دار ہے اور اس سے لوگوں اور ان کے

معاملات کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔۔۔۔اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران اور ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مزدور آخرت میں اپنے اعمال کا جواب دہ ہے۔ اجیر رزق حلال کھائے ،اپنے مالک کا خیر خواہ رہے، کام دیانت داری سے کرے، مالک کی خیر خواہی چاہے، مالی نقصان نہ پہنچائے ،اوقات کار کا خیال رکھے اور ادارے کی املاک کو بھی کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے۔

6۔ غربت اور مفلسی

عصر حاضر کا ایک اور اہم مسئلہ غربت و افلاس ہے۔ غربت کی وجہ سے افراد معاشرہ کے لیے بنیادی ضروریات زندگی کا حصول بھی ممکن نہیں ہے۔ علامہ کے اس بارے میں مؤقف کے بارے میں محمد عثمان یوں لکھتے ہیں کہ :

"اقبال کے معاشی مؤقف کے بارے میں پہلی بات تو یہی جاننے والی تھی کہ وہ دولت اور تنظیم دولت کو افراد کے بلند اخلاقی و روحانی نصب العین کے تابع دیکھنا چاہتے ہیں۔ دوسری اہم بات اقبال غریبی اور مفلسی کے بڑے دشمن تھے اور دل سے آرزو مند تھے کہ جہاں تک ممکن ہو انسانوں کو اس کے خوفناک چنگل سے رہائی دلائی جائے۔"[36]

علامہ کے نزدیک غربت انسان کے اخلاق کو بگاڑنے کا سبب بنتی ہے۔

"غریبی قویٰ انسانی پر بہت برا اثر ڈالتی ہے، بلکہ بسا اوقات انسانی روح کے مجلّا آئینہ کو اس قدر زنگ آلود کر دیتی ہے کہ اخلاقی اور تمدنی لحاظ سے اس کا وجود عدم برابر ہو جاتا ہے۔"[37]

علامہ مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور افلاس کے بارے میں فکر مند رہتے تھے۔ مسلمانوں کی غربت و افلاس کی اہم وجہ ہندو سود خوروں اور بیرونی عناصر بیان کرتے ہیں۔علامہ اقبال 28 مئی 1937ء میں قائداعظم محمد علی جناح کے خط میں یوں لکھتے ہیں :

"روٹی کا مسئلہ دن بدن زیادہ سخت ہوتا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ پچھلے دو سو سال سے ان کی معاشی حالت برابر گرتی جارہی ہے۔ عام طور پر ان کا یہ خیال ہے کہ ان کا افلاس ہندو سود خوروں اور سرمایہ داروں کی بدولت ہے۔ ابھی انہیں یہ محسوس نہیں ہوا کہ ان کے افلاس میں بیرونی استعمار کا بھی برابر کا دخل ہے۔ مگر یہ احساس پیدا ہو کر رہے گا۔"[38]

عصر حاضر میں مسلمانوں کی غربت و معاشی تنزلی کی ایک اہم وجہ عالمی قرضہ دینے والے اداروں کی پالیسیاں ہیں۔ جو پسماندہ ممالک کو سخت شرائط پر قرضے جاری کرتے ہیں ۔اس کی ایک اہم مثال

پاکستان کی ہے۔ دینا میں آنے والا ہر بچہ 101،38 روپے کا مقروض ہے۔ دوسری طرف عالمی قرضوں کی شرائط کے تحت ضروریات زندگی پر جنرل سیلز ٹیکس میں مسلسل اضافہ کی وجہ سے غربت میں اضافہ ہوتا جارہاہے۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے بیرونی استعماری قوتوں سے آزادی ضروری ہے۔

علامہ مسلمانوں کی معاشی حالت کی بہتری کے لیے صنعت و حرفت کی ترقی کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ وہ ہندوستان کے بارے میں انگریزوں کی معاشی پالیسی سے بخوبی آگاہ تھے۔انگریز بر صغیر پاک و ہند کو پسماندہ رکھنے کے لیے چاہتے تھے کہ ہندوستان خام مواد کی منڈی ہو کر رہ جائے اور تیار شدہ اشیاء بیرون ممالک سے درآمد کرے۔ مسلمانوں کی توجہ زراعت سے صنعت کی طرف مبذول کروانے کے حوالے سے علامہ یوں بیان کرتے ہیں کہ :

انتہا اس کی بھی ہے آخر خریدیں کب تلک
چھتریاں، رومال، مفلر، پیرہن جاپان سے
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسال کابل سے کفن ایران سے [39]

صنعت و حرفت کی ترقی سے نہ صرف ملکی ضروریات میں خود کفالت ممکن ہے بلکہ زائد اشیاء کو بیرون ملک درآمد کرنے سے قیمتی زر مبادلہ کا حصول ممکن ہے جو کہ کسی بھی ملک کی معیشت کے لیے انتہائی سود مند ہے۔

خلاصہ بحث

اُمت مسلمہ کو متعدد معاشی مسائل کا سامنا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا اثر و نفوذ جس کی وجہ سے اُمت مسلمہ مغرب کی دست نگر بن کے رہ گئی ہے۔ وہ اُمت جس کے ذمے دنیا کی قیادت تھی وہ سودی نظام اور قرضوں کے جال میں پھنس چکی ہے۔ مختلف ممالک میں لامحدود ملکیت زمین کی وجہ سے بھی دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو رہی ہے۔مزارعین کا استحصال کیا جارہاہے۔ معیشت اخلاقی اقدار سے عاری ہو چکی ہے۔آجر اور اجیر میں باہمی کشمکش جاری ہے۔ غربت و افلاس میں اضافہ ہورہا ہے۔علامہ اُمت مسلمہ کے معاشی مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنے پر زور دیتے ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے تو مسلم ممالک سے غربت وافلاس ختم ہو سکتی

ہے۔ سودی قرضوں سے بھی نجات مل سکتی ہے اور معیشت خوشحالی کے راستے پر گامزن ہو سکتی ہے۔

تجاویز

علامہ اقبال کے معاشی افکار کی روشنی میں اُمت مسلمہ کے معاشی مسائل کے حل کے لیے تجاویز:

* اسلامی ممالک کو سرمایہ دارانہ نظام سے آزاد ہو کر اسلام کے معاشی نظام کو رائج کرنا چاہیے۔
* عالمی مالیاتی اداروں سے شرائط پر مبنی امداد لینے کی بجائے اُمت مسلمہ کو اپنے وسائل سے استفادہ کرنا چاہیے۔
* مسلم ممالک کو صنعت و حرفت میں ترقی کرنی چاہیے اور باہمی تجارت کو فروغ دینا چاہیے۔
* ملکی سطح پر مزارعین کا استحصال ختم کرنے کے لیے ان کو بلا معاوضہ زمینیں دی جانی چاہیں۔
* معیشت میں اخلاقی اقدار کو اپنایا جائے۔
* افرادی قوت کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے ۔ اُن میں اخلاقی اوصاف کو پروان چڑھایا جائے۔
* محنت کو ان کے کام کی مناسب اجرت دی جائے۔ نیز آجر اور اجیر کے تعلقات میں بہتری ہونی چاہیے۔
* امت مسلمہ کو اپنے قدرتی معاشی وسائل سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے تاکہ ان ممالک سے غربت و مفلسی کا خاتمہ ہو سکے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] محمد اقبال، بال جبریل/کلیات اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ص111/ص435

[2] محمد اقبال، علم اقتصاد، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2004ء، ص-15

[3]پریشان خٹک ،اقبال کا معاشی نظریہ ،اقبال 84،1984ء میں علامہ پر چھپنے والے مضامین کا انتخاب ، (مرتب : ڈاکٹر وحید عشرت) لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ،1986ء، ص384

[4] سید اختر جعفری، علامہ اقبال پر اشتراکی ہونے کا الزام کیوں ؟ ، ایضاً، ص543

[5]ایضاً، ص548

[6] خواجہ محمد زکریا ،اقبال اور اشتراکیت، اقبال اور سوشلزم (جمع و ترتیب: محمد حنیف رامے)،لاہور: مکتبہ جدید پریس،1970ء ،ص20

[7] ایضاً، ص25-26

[8]ایضاً، ص141

[9] بال جبریل/کلیات اقبال، ص122-123/ص446-447

[10]البخاری ، الجامع الصحیح، کتاب المزارعۃ، باب ماکان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یو اسی بعضھم بعضا فی الزرعۃ والثمر، حدیث نمبر:2342

[11]محمد تقی عثمانی، ہمارا معاشی نظام، کراچی: مکتبہ دارالعلوم ،ط۔ن، ص73

[12]علم الاقتصاد، ص181

[13]مسلم ،الجامع الصحیح، کتاب القدر ، باب کیفیۃ خلق الادمی، حدیث نمبر:6723

[14]ابوداؤد، السنن، کتاب النکاح ، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء، حدیث نمبر: 2050

[15]مشفق خواجہ ،اقبال کا پہلا علمی کارنامہ، علم الاقتصاد کا تنقیدی مطالعہ (ترتیب وحواشی : ڈاکٹر صدیق جاوید)،لاہور: اُردو اکیڈمی پاکستان،ط۔ن، ص60

[16]محمد حامد،افکار اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1986ء ، ص247-248

[17] بال جبریل/کلیات اقبال، ص111/ص435

[18]علم الاقتصاد، ص54

[19]الانفال3:8؛البقرۃ3:2

[20]مسلم ، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والادب، باب فضل عیادۃ المریض، حدیث نمبر: 6556

[21]البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، حدیث نمبر: 12

[22]الدھر 8:76

[23]النحل90:16؛الروم38:30

[24]علم الاقتصاد، ص185

[25] بال جبریل/کلیات اقبال، ص61/ص385

[26]ایضاً، ص111-112

[27] بانگ درا/کلیات اقبال ، ص275-276/ص291-292

[28]علم الاقتصاد، ص160

[29] بال جبریل/کلیات اقبال، ص113/ص437

[30]ابن ماجہ، السنن، ابواب الرھون، باب لا یغلق الرھن، حدیث نمبر: 2443

[31]علم اقتصاد، ص166

[32]ایضاً، ص70

[33]ایضاً، ص71-70

[34]ایضاً، ص166

[35]البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق، حدیث نمبر:2554

[36]محمد عثمان، اقبال کی "علم الاقتصاد"، علم الاقتصاد کا تنقیدی مطالعہ (علم اقتصاد پر مقالات کا انتخاب)، (مولفہ: ڈاکٹر صدیق جاوید)، لاہور: اُردو اکیڈمی پاکستان، 2009ء، ص83

[37]علم اقتصاد، ص21

[38]ممتاز حسن، علم الاقتصاد کا تنقیدی مطالعہ (علم اقتصاد پر مقالات کا انتخاب)، ص29

[39] بانگ درا/کلیات اقبال، ص301/ص317